اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۱۸)

اسلام کا ہر حکم مطابق عقل بھی ہے اور موافق عدل بھی۔ دین اسلام میں عدل وعدالت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ فقہ جعفری کے مطابق صفت عدل اصول دین میں داخل ہے اور توحید کے بعد دوسری اصل یہی عدل ہے۔ اسلام کا کوئی بھی مسئلہ چاہے اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے بغیر عدل کے قابل تصور نہیں ہے۔ اس سے قبل کے کسی مضمون میں عدل کی تعریف مختصراً کی جا چکی ہے، لیکن اختصار کے سبب بات تشنہ رہ گئی تھی، عدل کے معنی بیان کئے گئے ''کسی بھی چیز کو اس جگہ قرار دینا جو اس کے لئے مناسب ہے۔'' اگر کوئی شئے اس مقام پر ہو جو اس کے لئے مناسب نہیں تو یہی ظلم ہے اس کو کہا گیا ہے، ''**وضع الشی فی غیر محلہ**'' اس کے لئے بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، مثلاً ٹوپی کی جگہ سر ہے اور کفش پیروں کے لئے ہے۔ اگر جگہ بدلی جائے تو ظلم ہو جائے گا۔ ہر چیز اس مقام پر اچھی لگتی ہے، جو اس کے لئے مناسب ہو۔ شاعروں نے محبوب کی زلفوں کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں، لیکن اگر یہی شاعر صاحب کھانا نوش فرما رہے ہوں اور اس زلف محبوب کا ایک بال سالن میں نکل آئے تو ان کی طبیعت بگڑ جائے گی، کیونکہ شئے کو جہاں ہونا چاہئے وہاں نہیں ہے۔ عدل ہی سے تناسب پیدا ہو جاتا ہے اور تناسب ہی حسن کی جان ہے۔ کتنی ہی خوبصورت ناک کیوں نہ ہو، لیکن اگر چہرے سے بڑی یا چھوٹی ہے تو بدنما لگے گی۔ آنکھیں لاکھ خوبصورت ہوں، لیکن اگر چہرے کے تناسب سے بڑی ہیں تو بھیانک لگیں گی۔ خود تاج محل کا حسن، جس کو آٹھ عجائبات میں سب سے برتر قرار دیا گیا ہے، اسی تناسب کا مرہون منت ہے۔

الٰہی کتاب قرآن مجید نے عدل کو مختلف زاویوں سے بیان فرمایا ہے۔ کبھی عدل تکوینی کی صورت میں تو کبھی عدل تشریعی کے پیرایہ میں تو کسی مقام پر عدل اخلاقی اور اجتماعی کے عنوان سے۔ عدل قرآن مجید میں توحید کے شانہ بہ شانہ ہے۔ معاد کی اساس ہے، بعثت انبیاء کا ہدف ہے، سبب تشریع امامت ہے، فرد کے کمال معنوی کا پیمانہ ہے اور معاشرہ میں امن وامان کی ضمانت ہے۔ اگر قرآن وسنت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ الوہیت سے لے کر نبوت تک اور نبوت سے لے کر امامت تک اور امامت سے لے کر قیامت تک اور اصول سے لے کر فروع تک اور انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک اور سیاست سے لے کر تجارت تک اور دوستوں سے لے کر دشمنوں سے برتاؤ تک، غرض مسلمانوں کی زندگی کا کوئی جز ایسا نہیں جس کا نقطہ مرکزی عدل وانصاف نہ ہو۔

عدل از صفات الوہیت ہے۔ قرآن مجید میں اعلان ہو رہا ہے: ''بیشک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے'' (سورہ نحل آیت: ۹۰) ایک مقام پر ارشاد ہوا: ''اور تمہارے اللہ کی بات صداقت اور عدالت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہے'' (سورہ انعام، آیت: ۱۱۵) نبوت کی اساس عدالت ہے۔ مفہوم: ''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرا کوئی بھی قدم عدل وانصاف کے خلاف نہ اٹھے۔'' (سورہ اعراف، آیت: ۲۹) ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں'' (سورہ شوریٰ، آیت: ۱۵) ہدف بعثت انبیاء استقرار عدالت ہے: ''بیشک ہم نے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا

اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں'' (سورہ حدید، آیت: ۲۵) ایمان کے ساتھ ساتھ صفت عدل ضروری ہے، اسی لئے اعلان ہو رہا ہے: ''اے ایمان والو! عدل وانصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقرباء کے خلاف کیوں نہ ہو'' (سورہ نساء، آیت: ۱۳۵) یہ اعلان کر کے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فردی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں عدل وانصاف برتنے کا پابند بنا دیا ہے۔ پھر مزید تاکید کر دی: ''نہ ستم کرو اور نہ ستم برداشت کرو'' (سورہ بقرہ، آیت: ۲۷۹)

پوری کائنات عدل ہی پر قائم ہے۔ حدیث شریف ہے: ''باالعدل قامت السماوات والارض'' ''عدل ہی پر آسمان وزمین برقرار ہیں'' کیونکہ پوری کائنات کی ہر چیز اس جگہ پر ہے جہاں اسے ہونا چاہئے، اس وجہ سے نہ آپس میں ٹکراؤ ہے اور نہ فتنہ وفساد۔ کئی کروڑ کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں میں اربوں ستارے ہیں۔ خود ستارے بھی حرکت میں ہیں اور کہکشائیں بھی۔ لیکن ایک کہکشاں دوسری کہکشاں کے اندر سے گذر جاتی ہے، مگر ایک ستارہ دوسرے ستارے سے ٹکراتا نہیں ہے، جب کہ خود کہکشائیں بھی گھوم رہی ہیں اور ان کے اندر سارے ستارے بھی۔ مگر ٹکراؤ نہیں ہوتا، کیونکہ قدرت نے جسے جہاں پر رکھ دیا ہے وہ وہیں پر ہے۔ اگر بال برابر بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو نظم کائنات درہم برہم ہو جائے۔ ان ستاروں کے مقابلہ میں انسانوں کی تعداد بہت کم ہے مگر کیونکہ عدل وانصاف سے منحرف ہیں اور خدائی ہدایت کے مطابق عمل نہیں ہے اس لئے سارا فساد ہے۔ بغیر عدالت کے جب اتنی عظیم کائنات قائم نہیں رہ سکتی تو پھر یہ مختصر سا انسانی معاشرہ کیسے برقرار رہ سکتا ہے؟ اگر انسانی معاشرہ کو ٹکراؤ اور فتنہ وفساد سے بچانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بتائے نظام پر چلنا لازمی ہے۔

کسی بھی ملک کے استحکام کے لئے عدل اساسی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے حضرت علیؑ کا ارشاد ہے: ''کفر کے ساتھ حکومت باقی رہ سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ حکومت باقی نہیں رہتی'' رسول اسلامؐ کا ارشاد ہے: ''ایک ساعت کی عدالت ستر سال کی عبادتوں سے افضل ہے'' (جامع السعادات، ج۲ ص ۲۲۳) دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''کسی حاکم یا رہبر کا عدالت کرنے کا ایک دن اس کی سو سال کی عبادتوں سے افضل ہے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے: ''العدل حیات والجور ممات'' ''عدالت میں ملت کی حیات پوشیدہ ہے اور ظلم میں موت'' امام کاظمؑ نے آیت کریمہ ''زمین مردہ ہونے کے بعد زندہ ہو جاتی ہے'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ عدالت اور حدود الٰہی کے اجراء سے زمین دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے۔

عدالت کے موضوع پر اتنی دیر بات اس لئے ہوئی کہ حقوق وعدالت لازم وملزوم ہیں۔ حقوق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتے، جب تک معاشرہ میں عدل وانصاف قائم نہ ہو۔ مشہور یونانی فلسفی افلاطون نے عدالت کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے ''ہر شخص اس کام میں ہاتھ ڈالے کہ جس کی لیاقت واستعداد رکھتا ہے۔'' افلاطون کے مطابق اگر کوئی تاجر سپاہی بننے کی کوشش کرے یا ایک سپاہی حکومت کی باگ ڈور ہاتھوں میں لے لے تو معاشرہ کا نظم درہم برہم ہو جائے گا اور عدل کی جگہ ظلم آ جائے گا۔ ارسطو کے مطابق ''عدالت اس فضیلت کا نام ہے جس کی بناء پر ہر صاحب حق کو اس کا حق ملنا ضروری ہے'' علامہ طباطبائی صاحب تفسیر المیزان نے عدالت کی تعریف اس طرح سے فرمائی ہے: ''طاقتور لوگوں سے صاحب حق کو اس کا حق دلانا اور حق کو اس جگہ قرار دینا جو اس کے لئے مناسب ہے'' خلاصہ کلام یہ ہے کہ عدالت اور حقوق بشر ایک دوسرے کے بغیر ناممکن ہیں۔ اگر حقوق بشر کی رعایت ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ عدالت قائم ہے۔ اس طرح اگر عدالت کا اجراء ہو رہا ہے تو لازماً حقوق بشر کی رعایت ہو رہی ہے۔ تو جس دین میں عدالت کی اتنی اہمیت اور تاکید ہو، اس پر یہ الزام لگانا کہ حقوق بشر کی پروا نہیں کرتا، بذات خود ظلم بھی ہے اور اسلام سے ناواقف حضرات کو دھوکہ دینا بھی ہے۔ **(جاری)**

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۲۹ر جولائی ۲۰۰۱ء)